# جاپان میں اسلام

از ڈاکٹر عبدالکریم
ترجمہ ثروت صولت

ذیل کا مضمون ممتاز جاپانی دانشور عبدالکریم سائیتو (SAITOH) نے ملک عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ کے مسلم اقلیتوں کے انسٹی ٹیوٹ کے رسالے جرنل کی جلد اول اور شمارہ اول (۱۹۷۹ء) میں لکھا تھا عبدالکریم سائیتو، ٹوکیو کی تاکوشوکو، یونیورسٹی میں تاریخ اور فارسی کے پروفیسر ہیں۔ وہ جاپانی مسلمانوں کی پہلی تنظیم جاپان مسلم ایسوسی ایشن کے صدر بھی رہ چکے ہیں اور اب نو تشکیل یافتہ اسلامی تنظیموں کی کونسل کی رابطہ کمیٹی کے صدر ہیں جو المرکز الاسلامی جاپان کے نام سے کام کر رہی ہے

ثروت صولت

جاپان میں ۱۸۶۸ء میں توکوگاوا سپہ سالاروں کی حکومت (TOKUGAWA SHOGUNATE) کے خاتمہ تک اسلام کی موجودگی کے بارے میں کوئی تاریخی شہادت نہیں ملتی۔ سب سے پہلی کتاب جس میں تاجیک کا لفظ آیا ہے وہ زوکونیہون (ZOKU-NIHON) ہے جو ۱۹۵۲ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ چین کے حکمران خاندان تانگ کے دربار میں جاپانی سفیر نے تاجیکوں سے ملاقات کی۔ لیکن کتاب میں ان کے مذہب کی کوئی وضاحت نہیں۔ تقریباً اس زمانے میں ایران کا ایک شخص لی می یی (LIMIYI) مشہور پروہت گن جن (GAN JIN) کے ساتھ جاپان آیا۔ اس

کا نام رومی تھا لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ مسلمان تھا یا نہیں۔ شہر نارا میں شو سوئن (SHOSOIN) کا جو شاہی خزانہ ہے جس میں اس دور میں وسط ایشیا کے بنے ہوئے کچھ ظروف اور ملبوسات ہیں لیکن ان میں سے کسی پر عربی کا ایک حرف بھی نہیں۔ نارا اور ھیان (HEIAN) کے دوروں میں جاپان کے شاہی سفیر، بودھ وفود، اہل علم اور طلبہ جاپان سے مسلسل چین بھیجے جاتے تھے۔ ان میں سے بعض افراد کو یقیناً وہاں مسلمانوں سے سابقہ پڑا ہوگا۔ جب چین پر منگولوں کا تسلط ہوا تو چین کے ساتھ جاپان کے تعلقات میں کمی آگئی۔ لیکن چین میں مسلمانوں کے اقتدار میں اضافہ ہوا۔

۱۴۵۱ء میں ایک جاپانی سفیر منگ خاندان کے دربار میں بھیجا گیا۔ دارالحکومت میں اس کی ملاقات ہوئی ہوئی باشندوں سے ہوئی۔ یہ نام مغربی چین کے مسلمانوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ انہوں نے سفیر کو بیس گھوڑے پیش کئے اور دوسرے دن سفیر ان کی قیام گاہ پر گیا۔ ایک اور تحریر کے مطابق ایک ہندوستانی جس کا نام ہشری (HISHRI) تھا چین سے جاپان آیا۔ اس نے وہاں ایک جاپانی لڑکی سے شادی کی جس سے دو بچے ہوئے۔ ان میں سے ایک کا نام مُسورو (MUSURU) تھا۔ سوال یہ ہے کہ ایک ہندوستانی باپ نے جو بودھ مت کا پیرو تھا اپنے بیٹے کا یہ اجنبی نام کیوں رکھا؟ میسورو (MESURU) یا الموصل مسلمانوں جیسا نام ہے۔

۱۳۱۴ء میں جزائر ریوک یو (RYUKYU) کا ایک تاجر آبنائے ملکا میں سلات کے مقام پر گیا۔ اس کے بعد ۱۴۳۲ء میں ان ہی جزائر کا ایک سفیر سیام گیا اور وہاں ایک مسلمان ابوسعید سے ملا۔ پندرہویں صدی میں جزائر ریوک یو کے جنوبی ایشیا کے ملکوں کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم ہوئے اور اس بات کا تحریری ثبوت موجود ہے کہ ۱۴۰۸ء میں سماترا کے حکمران علی

نے ایک جہاز کیوشو بھیجا تھا جو جنوبی جاپان میں ہے ۔

۱۵۴۳ء میں پرتگالی، جزیرہ تنگا شیما میں آئے جو جاپان کے جنوبی کنارے پر ہے۔ اس کے چھ سال بعد جاپان میں پہلی مرتبہ عیسائیت کی تبلیغ کی گئی۔ مسیحی مبلغین نے اپنے مذہب کی اشاعت میں جس جوش وخروش کا اظہار کیا اس نے جاپان میں مغربی اثرات کے نفوذ کا خوف پیدا کر دیا چنانچہ ۱۵۸۷ء میں مسیحیت پر پابندی لگا دی گئی۔ جو لوگ عیسائی ہو گئے تھے ان کے خلاف سخت کارروائی کی گئی اور سزا دی گئی۔ اس کے بعد جاپان نے اپنے دروازے بیرونی دنیا کے لئے بند کر دیئے۔

علیحدگی کے اس دور میں جاپان کے کچھ تاجر باہر گئے اور لوزان (فلپائن) اور بنکاک (تھائی لینڈ) میں آباد ہو گئے۔ ۱۵۸۲ء میں ایک سرکاری وفد روم اور میڈرڈ گیا۔ ۱۶۱۳ء میں لارڈ ڈیٹ (DATE) نے ہسے کورا (HASEKURA) کو اسپین اور اٹلی بھیجا۔ لیکن بدقسمتی سے کوئی وفد کسی بھی اسلامی ملک نہیں بھیجا گیا اور نہ کسی اسلامی ملک کا کوئی وفد جاپان آیا۔ جاپان میں اسلام کا مطالعہ بھی اس دور میں محدود رہا اور بہت کم مصنفوں نے مسلمانوں اور اسلامی ملکوں کے بارے میں لکھا۔ اس زمانے میں جو چند مثالیں ملتی ہیں وہ یہ ہیں :

(الف) ۱۶۴۷ء میں ناگاساکی میں دنیا کا ایک نقشہ چھاپا گیا تھا جس میں خراسان، ہرمیہ، ترکو، عرب (ARABI AEJIT)، بربریہ اور مراکو کے نام تھے جو مسلم علاقے ہیں۔

(ب) ۱۶۹۵ء میں جے نشی کاوا (NISHIKAWA) نے "چین اور مغرب کے درمیان تجارتی تعلقات کا مطالعہ" نامی ایک کتاب شائع کی جس کا نظر ثانی شدہ ایڈیشن ۱۷۰۸ء میں شائع ہوا۔ اس نے کتاب میں ہندوستان، انڈونیشیا، ایران، ترکی، عرب، مصر اور دوسرے مسلمان ملکوں کا ذکر کیا اور ان کے بارے میں تفصیلی معلومات فراہم کیں۔ لیکن اس نے اسلام

کا کوئی ذکر نہیں کیا جو ان ملکوں کا مذہب ہے۔

(ج) ۱۷۱۵ء میں توکوگاوا دور کے مشہور اہل علم آرائی ہاکوسیکی (ARAI HAKUSEKI) نے مغربی ملکوں کے بارے میں ایک رپورٹ شائع کی جس میں اس نے اسلام کا دنیا کے بڑے مذہبوں کی حیثیت سے تذکرہ کیا ہے۔ آرائی ہاکوسیکی ایک بڑے عالم تھے اور وہ پہلے جاپانی ہیں جنہوں نے اسلام پر تبصرہ کیا

(د) ۱۸۰۱ء میں یاما موراشوئی (YAMAMURA SHOEI) نے سیران اگین (SAIRAN IGEN) کے نام سے ایک کتاب شائع کی اس میں تونسیہ، طرابلس، الجزائر، مراکش، بحرین، مسقط عدن، مکہ، مدینہ اور سینا کا تفصیل سے ذکر کیا۔

(ر) ۱۸۲۷ء میں اوجی رنسو (AOJI RINSO) نے کوجی شراکو (SHIRAKU KDOCHI) کے نام سے ایک کتاب شائع کی۔ یہ ایک مسیحی مصنف کی ولندیزی زبان کی کتاب کا ترجمہ تھا۔ اس کتاب میں عرب، ایران، مصر اور شمالی افریقہ کا تو کوئی تذکرہ نہیں تھا لیکن ترکی، روس، اسپین اور فلپائن کے مسلمانوں کا بہت صحیح اور تفصیلی حال بیان کیا تھا

(س) ان کتابوں کے علاوہ دوسری مطبوعات بھی ملتی ہیں جن میں مسلمانوں کا ذکر ہے لیکن زیادہ تر یہ کتابیں جغرافیہ یا تجارت کے موضوع پر ہیں، ان میں مذہب یا زبان کا کوئی تذکرہ نہیں اس وقت تک جاپان میں عربی کی کوئی کتاب دستیاب نہیں تھی۔ اسلام سے جاپان کی اس بے تعلقی کے کئی اسباب ہیں۔ مثلاً

۱۔ اسلامی دنیا کے قلب سے جاپان کا فاصلہ۔ لیکن اس فاصلے کے باوجود اسلام چین اور فلپائن تک پہنچ گیا تھا لیکن چونکہ جاپان کو براعظم ایشیا سے طوفانی سمندر نے الگ کر دیا تھا اس لئے ممکن ہے یہ سمندر تعلق کی راہ میں حائل رہا ہو۔

۲۔ اگرچہ ٹانگ دور (۶۱۸ تا ۹۰۷ء) میں چین اور جاپان کے تعلقات اچھے تھے لیکن منگول دور (۱۲۰۰ء تا ۱۳۶۰ء) میں جب چین میں اسلام کی اشاعت ہوئی تو جاپان سے تعلقات اچھے نہیں رہے۔ اس طرح جاپان اور فلپائن کے درمیان سفارتی تعلقات موجود نہیں تھے۔

(۳) ۱۵۸۰ء سے ۱۸۰۸ء تک جاپان کی خود اختیار کردہ ناکہ بندی کی وجہ سے بیرونی اثرات کے نفوذ کی حوصلہ شکنی ہوئی۔

۴۔ بدھ مت اسلام کے ظہور سے کچھ پہلے ۵۲۸ء میں جاپان میں داخل ہوا تھا اور اس کی وہاں کئی سو سال تک خوب اشاعت ہوئی خصوصاً اس زمانے میں جب چین میں ٹانگ اور سونگ خاندان کی حکومت تھی۔ بدھ مت سے جاپانیوں کی گہری وابستگی کی وجہ سے دوسرے مذاہب کی اپیل کمزور پڑ گئی۔

۵۔ اس زمانے میں چینی تہذیب سے جاپانی اتنے متاثر تھے کہ وہ چین کے علاوہ باقی دنیا کو جانتے ہی نہیں تھے۔

۶۔ جاپان اور مسلمانوں کے درمیان تجارتی تعلقات موجود تھے لیکن تجارت چین اور جنوبی جزائر کے توسط سے ہوتی تھی۔ مسلمانوں اور جاپانیوں میں براہ راست کوئی تعلق قائم نہیں ہوا۔ جنوب تک آنے والے عرب تاجر جاپان تک پہنچے۔

۷۔ پرتگالی اور ہسپانوی بھی اس تعلق کی راہ میں رکاوٹ کا باعث تھے۔ جنوبی جزائر میں مسلمانوں کے خلاف ان کی کامیابی نے مسلمانوں کے اثرات جاپان تک نہیں بڑھنے دیئے

## جاپان میں اسلام کی آمد

جاپان کو جدید دور میں داخل کرنے کے سلسلے میں پہلا قدم شہنشاہ میجی نے انیسویں صدی کے اواخر میں اٹھایا۔ میجی حکومت نے مغرب سے ہر چیز خواہ اچھی ہو خواہ بری درآمد

کرنا شروع کر دی۔ اسلام بھی اس طرح درآمد ہوا۔ لیکن جاپان میں اسلام کا آغاز غیر مسلموں کے ذریعہ ہوا۔ پھر ۱۸۹۰ء میں عثمانی سلطنت نے ایک جنگی جہاز خیر سگالی کے طور پر جاپان بھیجا جاپان میں مسلمانوں کی آمد کی یہ پہلی سرکاری شہادت ہے۔ بد قسمتی سے جہاز کیشو نادا (KISHU-NADA) کے پاس تباہ ہو گیا جس میں کثیر تعداد میں لوگ ہلاک ہو گئے۔ بعد میں جاپانی حکومت نے حادثہ میں بچنے والے لوگوں کو اپنے جہازوں کے ذریعہ استنبول بھیجا

اس زمانے میں نوآبادیاتی سامراجیت کے زیر اثر مسلمان خود اپنے مسائل میں الجھے ہوئے تھے۔ وہ جاپان کی طرف جس کے دروازے بیرونی دنیا کے لئے حال ہی میں کھلے تھے توجہ نہیں کر سکتے تھے۔ انیسویں صدی میں بلکہ بیسویں صدی کے پہلے نصف تک بہت کم مسلمان جاپان گئے۔

۱۹۰۵ء میں یعنی روس اور جاپان کی جنگ کے ٹھیک ایک سال بعد، ایک مصری فوجی افسر ٹوکیو کی فوجی اکیڈمی میں داخل ہوا اور کئی سال تک وہاں رہا۔ اس کا نام احمد فضلی تھا۔ وہ شاید پہلا عرب مسلمان تھا جس نے جاپان میں قیام کیا اور جاپانی خاتون سے شادی کی۔ لیکن اس مصری کی اسلامی سرگرمیوں کا حال ہمیں معلوم نہیں۔

۱۹۰۷ء میں ایک دوسرے مسلمان اور اتحاد اسلام کے علمبردار علی احمد جلجاوی (JALJAWI) جاپان آئے اور ٹوکیو میں اخباروں اور علمی حلقوں سے رابطہ قائم کیا۔ اس زمانے میں ٹوکیو میں ایک بین الاقوامی کانفرنس ہوئی تھی جس میں غالباً علی احمد جلجاوی نے شرکت کی۔[۲]

۱۹۰۸ء میں ایک ہندوستانی مسلمان مولوی برکت اللہ کو ٹوکیو میں بیرونی زبانوں کے اسکول میں معلم کی حیثیت سے مقرر کیا گیا اور وہ پانچ سال تک جاپان میں رہے۔

۱۹۰۹ء میں ایک ترک عبدالرشید ابراہیم جو روس میں پیدا ہوئے تھے جاپان آئے تاتاریوں کی آزادی کے لئے جدوجہد کرنے کی وجہ سے ان کو روس سے جلا وطن کر دیا گیا تھا جاپان آنے سے پہلے وہ کاشغر گئے تھے تاکہ اپنی تحریک کے لئے تائید حاصل کریں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے انور پاشا کے ساتھ مل کر جنگ کی۔ عبدالرشید ابراہیم جاپانی سپہ سالار جنرل اکاشی (AKASHI) کے اچھے دوست تھے اور جنرل موصوف نے جاپان آنے میں ان کی مدد کی تھی۔ وہ ایک پارسا اور نیک مسلمان تھے اور شاید جاپان میں پہلے مبلغ اسلام تھے ان کی وجہ سے کئی جاپانیوں نے اسلام قبول کیا۔ ۱۹۴۴ء میں جاپان میں ان کا انتقال ہوا جن لوگوں نے عبدالرشید ابراہیم کی بدولت اسلام قبول کیا ان میں سب سے ممتاز کوتارو یاماؤکا (KOTARO YAMAOKA) کی شخصیت ہے جو ۱۸۸۰ء میں ہیروشیما میں پیدا ہوئے تھے، ٹوکیو میں واقع بیرونی زبانوں کے مدرسہ کے فارغ التحصیل تھے اور انہوں نے ۱۹۰۴ء تا ۱۹۰۵ء کی روسی جاپانی جنگ میں حصہ لیا تھا۔ جنگ کے بعد ان کی عبدالرشید ابراہیم سے ملاقات ہوئی اور ان کے ساتھ انہوں نے ۱۹۰۹ء میں حج کیا۔ وہ اتحاد ایشیا اور اتحاد اسلام کے بڑے علمبردار تھے۔[۳]

## اسلامی مطبوعات

۱۹۲۰ء میں کے۔ ساکاموتو (K. SAKAMOTO) نے قرآن کا پہلا جاپانی ترجمہ شائع کیا۔ اس کے بعد ۱۹۲۳ء میں انہوں نے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری شائع کی۔ ساکاموتو بدھ مت کے پیرو تھے لیکن انہوں نے اسلام کا تعارف ہمدردانہ انداز میں کرایا۔ انہوں نے قرآن کا جاپانی ترجمہ ایک انگریزی ترجمہ سے کیا تھا۔

۱۹۲۳ء میں ایک مسلمان رہنما محمد عبدالحی قربان علی باشقردستان (روس)

سے ہجرت کر کے اپنے کئی مسلمان ساتھیوں کے ساتھ جاپان آئے ۔ ۱۹۱۷ء کے سوویت انقلاب نے روس کے بکثرت مسلمانوں کو بے گھر کر دیا تھا ۔ ان میں سے بعض منچوریا چلے گئے اور بعض کوریا اور جاپان آگئے ۔ اندازہ ہے کہ ان روسی مسلمان مہاجرین کی تعداد تقریباً چھ سو تھی ۔ یہ مسلمانوں کی جاپان میں من حیث الجماعت آمد کی پہلی مثال ہے ۔ ان میں بیشتر لوگوں تے دوسری جنگ عالمگیر کے بعد ترکی قومیت اختیار کر لی ۔ قربان علی جاپانیوں کے تعاون سے ۱۹۳۸ء میں ٹوکیو میں ایک مسجد قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے ۔ اس کے علاوہ انہوں نے محلہ یوگوگی شی بویاکو (YDGDGI SHIBUYAKU) میں ایک مدرسہ اسلامیہ بھی قائم کیا جس کے وہ صدر مدرس تھے ۔ انہوں نے ایک دارالاشاعت بھی قائم کیا جہاں سے اسلام پر کتابیں شائع کی جاتی تھیں ۔ وہ یابی یاپون خبری (YABI YAPON HOHBERI) کے نام سے ایک رسالہ بھی نکالتے تھے ۔ ۱۹۴۵ء میں قربان علی کو روسی، جنگی قیدی کی حیثیت سے روس لے گئے اور سائبیریا میں ان کو قید کر دیا ۔ اگرچہ بعد میں ان کو رہا کر دیا گیا لیکن سوویت حکومت نے ان کو اپنے اہل و عیال کے پاس جاپان آنے کی اجازت نہیں دی ۔ ان کا چیلیابنسک (CHELIABINSK) میں ۱۹۷۲ء میں ۸۲ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا ۔ ٹوکیو اور کوبے کی دو مسجدیں آج بھی جن ترک اماموں کے زیر انتظام ہیں وہ ترک مہاجرین کے اسی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں ۔

۱۹۲۹ء میں کیزو شا پریس (KAIZO - SHA) نے قران کیو (KYO) یعنی کتاب مقدس قرآن کے نام سے قرآن شائع کیا ۔ یہ ساکاموتو کے ترجمہ کی اشاعت جدید تھی ۔

۱۱ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو شہر کوبے میں جاپان کی پہلی مسجد کا افتتاح ہوا ۔ یہ مسجد اوساکا اور کوبے کے مسلمان تاجروں اور ہندوستان، برما، ملایا وغیرہ کے مسلمانوں کی مالی امداد سے تعمیر کی گئی تھی ۔ اس کے افتتاح کے موقع پر تین سو مسلمان موجود تھے ۔ کوبے کے میئر

اور مصری اور برطانوی قونصل اور متعدد جاپانی عمائدین نے بھی رسم افتتاح میں شرکت کی۔

۱۲ مئی ۱۹۳۸ء کو ٹوکیو کی مسجد کا افتتاح ہوا۔ یہ مسجد ترک مسلمانوں اور مقامی جاپانیوں کے تعاون سے تعمیر کی گئی۔ اس کی رسم افتتاح میں یمن کے شہزادے، سعودی سفیر متعینہ لندن، جنہیں شاہ ابن سعود نے خاص طور پر بھیجا تھا، مصری نمائندے، جسے شاہ مصر نے بھیجا تھا، ٹوکیو کے کئی سو مسلمانوں نے جن کی بڑی تعداد تاری تھی اور جاپانیوں کی ایک جماعت نے شرکت کی۔

جاپان کی تیسری مسجد شہر ناگویا میں بنائی گئی تھی لیکن یہ مسجد عالمی جنگ کے دوران ۱۹۴۴ء میں تباہ ہو گئی۔ اس مسجد کے بارے میں ابھی تک کوئی تفصیل معلوم نہیں۔

چوتھی مسجد اوساکا میں ۱۷ دسمبر ۱۹۷۸ء کو کھولی گئی۔

اس طرح اس وقت جاپان میں تین مسجدیں ہیں جو پوری طرح کام کر رہی ہیں۔ اگرچہ ٹوکیو اور کوبے کی مسجدوں کو بھی جنگ کے زمانے میں فضائی بمباری سے سخت نقصانات پہنچے اور بارش کی کثرت اور زلزلوں سے بھی وہ متاثر ہوئی ہیں لیکن دونوں کی مرمت ہو رہی ہے۔

۱۹۳۶ء تا ۱۹۳۸ء کی مدت میں جاپان سے لوگ حج کو جاتے رہے اور منچوریا کے چینی مسلمانوں کی جماعتیں بھی ان کے ساتھ ہو گئیں۔ لیکن دوسری عالمی جنگ کے دوران حج کا سلسلہ بند ہو گیا اور پھر ۱۹۵۸ء تک شروع نہ ہو سکا۔

۱۹۲۸ء میں جاپان میں قرآن کا دوسرا ترجمہ ہوا۔ یہ زیادہ تر ایک غیر مسلم جی تا کاھاشی کا کیا ہوا تھا جو اس کی اشاعت سے پہلے ہی ۱۹۳۵ء میں وفات پا گئے تھے اس ترجمہ میں ایک جاپانی احمد اریگا (ARIGH) نے جو اوساکا کے قریب پیدا ہوئے تھے ان کی مدد کی تھی۔ احمد

اریگانوجوانی میں ہندوستان چلے گئے تھے اور وہیں انہوں نے اسلام قبول کیا ہندوستان سے واپسی پر انہوں نے کوبے میں رہائش اختیار کرلی تھی جہاں وہ جنوبی ایشیا کے مسلمان ملکوں سے تجارت کرنے لگے تھے۔ انہوں نے جاپانی حکومت سے ملک گیر سطح پر تبلیغی کام کی اجازت طلب کی لیکن ان کو اجازت نہیں دی گئی۔

قرآن کا تیسرا جاپانی ترجمہ ۱۹۵۰ء میں کیا گیا۔ یہ ترجمہ ڈاکٹر ایس اوکاوا نے کیا وہ بھی غیرمسلم تھے اور کٹر قوم پرست تھے۔ انہوں نے اسلام کا ایک عام "مطالعہ کے نام سے ایک کتاب کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بھی لکھی تھی

قرآن کا چوتھا ترجمہ پروفیسر اِزوت سُو (IZUTSU) نے کیا جو ۱۹۴۵ء میں کا ایزوشا (KAI ZOSHA) میں طبع ہوا۔ یہ ترجمہ رواں جاپانی میں کیا گیا اور ہلکی تین جلدوں پر مشتمل تھا۔ اِزوت سو نے اس میں تصریح کی کہ قرآن کا صحیح طور پر کسی دوسری زبان میں ترجمہ نہیں کیا جا سکتا اور ترجمہ کے متعلق زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ مطالعہ قرآن کی ایک کوشش ہے، قرآن کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے اصل عربی ہی میں پڑھنا چاہیئے۔

قرآن کا پانچواں ترجمہ ۱۹۷۰ء میں کیا گیا۔ یہ ترجمہ او اکید (IKEDA) یان یاسوناری (YASUNARI) اور کے فوجی موتو نے کیا تھا۔ یہ ۸۱ جلدوں پر مشتمل دنیا کی مشہور کتابوں کے منصوبے کے سلسلے میں شائع کیا گیا تھا جسے چو او قران۔ شا کمپنی لمیٹڈ نے تیار کیا تھا۔ یہ ترجمہ ۱۹۲۳ء کے قاہرہ کے ایڈیشن سے کیا گیا تھا، اس کی تفسیر اور حاشیے فوجی موتو کے تھے اور اس میں کئی تصاویر بھی دی گئیں تھیں ترجمہ اور تفسیر کا انداز سادہ اور آسان ہے۔ لیکن راسخ العقیدہ مسلمان تصویروں کی شمولیت پر اعتراض کر سکتے ہیں۔

قرآن کا چھٹا اور سادہ ترین ترجمہ جو ۱۹۷۲ء میں شائع ہوا وہ قطعی طور پر مسلمانوں

کی کوشش کا نتیجہ ہے۔ جن صاحب نے بارہ سال کی مسلسل محنت کے بعد یہ عظیم کارنامہ انجام دیا ہے وہ حاجی عمر میتا ہیں۔ یہ ترجمہ ۸۰۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ دائیں طرف کے صفحہ پر عربی متن ہے اور بائیں صفحہ پر جاپانی ترجمہ ہر آیت کا الگ الگ ترجمہ کیا گیا ہے۔ تفسیری حاشیہ اس صفحہ کے دوسرے حصہ میں ہے۔ ترجمہ کا انداز سنجیدہ اور کلاسیکی ہے۔ لیکن مترجم کا مقصد یہ ہے کہ جاپانی باشندے قرآن کے لفظی معنی سمجھ سکیں اور انہوں نے اپنی ساری توانائی اسی مقصد پر صرف کر دی ہے۔

عمر میتا ۱۸۹۲ء میں یاماگوچی میں پیدا ہوئے تھے اور یاماگوچی یونیورسٹی سے سند حاصل کرنے کے بعد منچورین ریلوے کمپنی کے ملازم کی حیثیت سے چین گئے۔ وہاں وہ تیس سال تک رہے۔ ۱۹۴۱ء میں انہوں نے پیکنگ میں اسلام قبول کیا۔ ۱۹۴۵ء میں وہ جاپان مسلم ایسوسی ایشن سے وابستہ ہو گئے۔ ۱۹۵۷ء میں انہوں نے حج کیا اور ۱۹۶۰ء میں ان کو جاپان مسلم ایسوسی ایشن کا صدر منتخب کر لیا گیا۔ وہ چونکہ اپنا سارا وقت قرآن کے ترجمے پر صرف کرنا چاہتے تھے اس لئے ان کو مکہ معظمہ آنے کی دعوت دی گئی جہاں انہوں نے قرآن کا ترجمہ مکمل کیا۔ وہ ۱۹۶۵ء میں مکہ سے واپس آئے اور اپنے مسودے پر نظر ثانی کرنے کا کام شروع کر دیا۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے چھ افراد پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی جس نے ان کے ساتھ مل کر ترجمہ پر نظر ڈالی۔ آخر کار ۱۹۷۲ء میں اس ترجمہ کے پانچ ہزار نسخے شائع ہو گئے۔

اس دوران ٹوکیو میں مشرقی تاریخ کے فضلاء نے ایک اسلامی کلچرل انسٹی ٹیوٹ قائم کیا جس کا مقصد پروپیگنڈہ کے مقصد سے نہیں بلکہ تحقیق کے مقصد کے تحت اسلام اور اسلامی ثقافت کا مطالعہ کرنا تھا اس انسٹی ٹیوٹ سے اسلامک کلچر کے نام

سے ایک رسالہ جاری کیا گیا۔ اس رسالے کو جاپان میں اسلامی مطالعہ کے سلسلے میں جاری کئے جانیوالا پہلا جریدہ کہا جا سکتا ہے۔

۱۹۳۸ء میں انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک "اسفیئر" (ISLAMIC SPHERE) کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا جو اسلامک "اسفیئر" کے نام سے ایک رسالہ بھی شائع کرتا تھا۔ ایک اور تنظیم بھی جس کا نام دائی نکون کائیک یو کیو کا ای (DAI - NIKON KAIKYO KYOKAI) تھا اور جسے سرکاری سرپرستی حاصل تھی اسلامک ورلڈ کے نام سے رسالہ نکالتی تھی۔ اس کے بعد جاپان کی وزارت خارجہ کی طرف سے ایک معیاری ایڈیشن "اسلامک افیرس" کے نام سے شائع ہونے لگی۔ ان تمام تنظیموں کی سرگرمیاں دوسری عالمی جنگ کے خاتمہ تک جاری رہیں۔

## دوسری عالمی جنگ

دوسری عالمی جنگ میں جاپان کی فتوحات اسلامی دنیا کے قلب تک نہیں پہنچ سکیں۔ ہاں یہ فتوحات مشرقی بنگال کی سرحد تک جواب بنگلہ دیش ہے پہنچ گئی تھیں جنوب مشرقی ایشیا پر بھی جاپان کا اقتدار قائم تھا جہاں مسلمانوں کی کثیر تعداد آباد ہے جاپان کی جنگی پالیسی کا سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ مقبوضہ علاقوں میں مسلمانوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ بہر حال فیصلہ یہ کیا گیا کہ مسلمانوں کے ساتھ اچھے تعلقات رکھے جائیں دراصل یہ جاپان کی اس پالیسی ہی کا ایک حصہ تھا جو ۱۹۳۳ء میں جمعیۃ اقوام سے علیحدگی کے بعد سے جاپانی حکومت نے اختیار کر لی تھی۔ جاپان نے سوویت یونین سے آنے والے تاتاری پناہ گزینوں کا خیر مقدم کیا تھا اور ٹوکیو کی مسجد کی تعمیر میں مدد کی تھی۔ جنگ کے زمانے میں اس پالیسی پر زیادہ قوت سے عمل کیا گیا۔ شمالی چین، جنوبی چین، میلیشیا، انڈونیشیا

اور مقبوضہ علاقوں کے دوسرے حصوں میں مسلمان آبادیوں میں خیر سگالی کے وفود بھیجے گئے۔ اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں مطالعاتی پروگرام تیار کئے گئے تاکہ مسلمانوں سے معاملہ کرنے کے لئے صحیح قسم کے شہری اور فوجی افراد تیار کئے جائیں۔ حکومت نے بیرون ملک سے مسلمان نوجوانوں کو مطالعہ کے لئے جاپان بلایا۔ جاپانی فوج نے انڈونیشیا کی آزادی کی فوج سے تعاون کیا اور اس کے لئے ایک ایسے مضبوط دستے کی تربیت کی جو آزادی کے بعد جنرل عبدالحارث ناسوتیان کی سربراہی میں وجود میں آنے والی انڈونیشی فوج کی بنیاد بنا۔ اس کے برخلاف اہل فلپائن کے بارے میں جاپانی پالیسی سخت تھی لیکن منڈاناؤ اور سولو کے مسلمانوں کے لئے یہ قطعی مختلف پالیسی تھی۔ جاپانی فوجیوں کو ہدایت تھی کہ وہ مورو باشندوں سے نہ الجھیں، کیونکہ وہ بہادر ہیں اور مسلمان ہیں۔

مسلمانوں سے متعلق جاپان کا یہ دوستانہ طرز عمل اس وجہ سے نہیں تھا کہ وہ اسلام سے ہمدردی رکھتے تھے۔ لیکن اس کی وجہ سے چند ایسے اچھے نتائج ضرور برآمد ہوئے جو جاپانی حکومت کا مقصود نہیں تھے۔ جاپانی شہریوں اور فوجیوں کی ایک خاصی تعداد نے اسلام قبول کر لیا اور جب وہ جنگ کے بعد اپنے وطن واپس آئے تو اپنے مذہب کے فروغ کا تہیہ کئے ہوئے تھے۔

## جنگ کے بعد

دوسری عالمی جنگ میں جسے ہم جاپان میں جنگ بحرالکاہل کہتے ہیں جاپان کو شکست ہوئی اور لاکھوں کی تعداد میں جو فوجی اور شہری وطن واپس آئے ان میں بہت سے مسلمان بھی تھے۔ مثلاً جنوب سے آنیوالوں میں صادق ایما ایزومی (IMAIZUMI) عبدالمنیر وتنابے (WATANABE) عمر آیوکیبے (IOKIBE) شفیق احمد یامادا اور عبدالحمید

اونی شی (ONISHI) اور شمال سے آئیوالوں میں عمر میتا، عثمان متسو با یاشی (MATSUBAYASHI) سلیمان تاکے اوچی (TAKEUCHI) حسین نی شی کاتا (NISHIKATA) اور علی نی شی یا ما (NISHIYAMA) کے نام قابل ذکر ہیں۔ انہوں نے وطن واپس آنے کے بعد ایک دوسرے سے ملاقاتیں انفرادی بھی کی اور اجتماعات بھی کئے اور ہر جمعہ کو کوبے اور ٹوکیو کی مسجد میں جانے لگے۔ اس رابطے کے نتیجے میں ۱۹۰۲ء میں مسلم سوسائٹی آف جاپان وجود میں آئی۔

اب اس سوسائٹی کا نام جاپان مسلم ایسوسی ایشن ہے۔ صادق ایما ایزومی اس کے پہلے صدر منتخب ہوئے تھے۔ اس کے ارکان کی کل تعداد ۶۵ تھی۔ یہ جاپان کی پہلی مسلم تنظیم تھی جس کے تمام ارکان مسلمان تھے۔ ۱۹۶۸ء میں جب راقم الحروف (یعنی عبدالکریم سائیتوہ) اس کا صدر تھا جاپانی حکومت نے انجمن کو تسلیم کرلیا۔ اس کا موجودہ دفتر ۱- ۲۴ - ۴ یویگی، شیبویا کا، ٹوکیو میں واقع ہے

۱۹۶۸ء ہی میں شہر انزان (ENZAN) میں مسلمانوں کے لئے قبرستان حاصل کیا گیا۔ یہ شہر ٹوکیو کے پاس ضلع یاما ناشی میں واقع ہے۔ قبرستان کا رقبہ دس ہزار مربع میٹر ہے جاپان میں جگہ کی کمی کی وجہ سے لاشوں کو عام طور پر جلا دیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے مسلمانوں کو ماضی میں مشکلات پیش آتی تھیں۔ اب کم از کم ٹوکیو اور اس کے گرد و نواح کے مسلمانوں کے لئے یہ مسئلہ حل ہوگیا ہے۔ لیکن ان لوگوں کے لئے جو یہاں سے دور رہتے ہیں اب بھی یہ مسئلہ موجود ہے۔

باہر کے ملکوں کی تنظیموں کے جاپانی مسلمانوں سے تعلقات ۱۹۵۶ء سے اس وقت قائم ہونا شروع ہوئے جب تبلیغی جماعت کا ایک وفد ہندوستان سے جاپان آیا۔ اس کے بعد سے بکثرت قومی اور بین الاقوامی اسلامی تنظیموں سے جاپانیوں کے روابط قائم ہوگئے ہیں۔

# جاپان میں مسلمانوں کی موجودہ حالت

۱۔ اس وقت جاپان میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً تیس ہزار ہے (شنٹو مذہب کے پیرو آٹھ کروڑ اسی لاکھ، بدھ مت کے پیرو ۱/۲ ۸ کروڑ اور عیسائیوں کی تعداد آٹھ لاکھ ہے۔

۲۔ جہاں تک سماجی حیثیت کا تعلق ہے مسلمانوں کی اکثریت متوسط طبقہ سے تعلق رکھتی ہے اور تاجروں، استادوں، ڈاکٹروں، فنی ماہروں، مصنفوں اور کاشتکاروں پر مشتمل ہے۔ اکثریت ملازم پیشہ ہے لیکن بعض آزاد معیشت کے مالک ہیں۔ وہ پورے ملک میں منتشر ہیں اور غیر مسلموں کے درمیان بغیر کسی پریشانی کے رہ رہے ہیں۔ جاپان میں کسی قسم کا مذہبی امتیاز نہیں ہے۔ آئین جمہوری اور سیکولر ہے۔

۳۔ جاپان میں دینی تعلیم کا معیار بہت پست ہے۔ مسلمان بچوں کے لئے کوئی مدرسہ نہیں ہے۔ مذہبی تعلیم یا تو انفرادی طور پر حاصل کی جاتی ہے یا نجی طور پر کسی استاد کو رکھ کر۔ مسلمان بچوں کی اکثریت جاپانی پبلک اسکولوں میں تعلیم حاصل کرتی ہے جہاں کھانے پر بعض اوقات حرام چیزیں بھی ہوتی ہیں۔

(الف) ٹوکیو کی مسجد میں ہر اتوار کو مسلمانوں اور غیر مسلموں کے لئے ایک ہفت روزہ تعلیمی اجتماع ہوتا ہے

(ب) اساہی یونیورسٹی، نگویا یونیورسٹی اور چاو یونیورسٹی میں کبھی کبھی اسلامی سیمینار ہوتے ہیں اور لیکچر دیئے جاتے ہیں۔

۴۔ مسلمانوں میں رفاہی کاموں کا نظام بھی بہت ناقص ہے۔ پہلے اسلامک ویلفیئر کارپوریشن کے نام سے جو ادارہ کام کرتا تھا اب فاتحہ فاؤنڈیشن کے نام سے اس کی تنظیم جدید کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ ٹرکش ایسوسی ایشن کسی قدر رفاہی کام انجام دیتی ہے۔ فلسطین کے

مہاجرین کی امداد اور بنگلہ دیش کی امداد اور اسی قسم کے کاموں کے لئے چندے کی مہم بھی چلائی جاتی ہے ۔

۵ ۔ جاپان میں کوئی ایک علاقہ ایسا نہیں ہے جہاں مسلمانوں کی بڑی تعداد ایک ہی جگہ رہتی ہو۔ اسی طرح مسلمانوں کی چھوٹی بڑی بیس سے زیادہ تنظیمیں ہیں لیکن ان کے درمیان باہمی تعاون کی کمی ہے ۔ ۱۹۷۶ء میں کوشش کی گئی تھی کہ ان میں سے بارہ تنظیمیں مل کر اسلام کے لئے کام کریں ۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے کونسل آف اسلامک آرگنائیزیشنز (اسلامی تنظیموں کی کونسل ) کے نام سے ایک رابطہ کمیٹی قائم کر دی گئی تھی ۔

مسلمان من الحیث الجماعت جاپان میں آہستہ آہستہ اُبھرے ہیں ۔ لیکن اب صورتحال بدل گئی ہے اور اب مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور خود کو مستحکم کرنے کے لئے تمام کوششوں کو یکجا کریں اور ایک بامقصد منصوبہ کے تحت سرگرمیوں کی تنظیم کریں ۔

# حوالہ جات

۱۔ یہاں تاجیک سے مراد عرب ہیں ۔

۲۔ صحیح علی احمد جرجاوی ہے ۔ اور جاپان میں جو کانفرنس ہوئی تھی وہ تحقیق مذاہب کے موضوع پر طلب کی گئی تھی ۔ اس میں جن لوگوں نے شرکت کی ان میں مصری اخبار الارشاد کے ایڈیٹر علی احمد جرجاوی بھی تھے ۔ انہوں نے ایک ماہ تک مختلف شہروں میں دورہ کیا اور اسلام کی تبلیغ کی ۔ ان کا دعویٰ ہے کہ ان کوششوں کے نتیجے میں چند روز میں بارہ سو معزز جاپانی مشرف بہ اسلام ہوئے ۔ ان کے سفرنامہ جاپان کا اردو ترجمہ مولانا حسن میاں پھلواری نے ۱۹۰۸ء میں کیا اور انہی دنوں حمیدیہ اسٹیم پریس لاہور سے طبع ہوا ۔ اس سفرنامہ کا اقتباس اور مذکورہ بالا معلومات سہ ماہی الزبیر بہاولپور ، شمارہ نمبر ۵ ۱۹۶۲ء میں ص ۱۱۳ پر ملاحظہ کیجئے ۔

۲- عبدالرشید ابراہیم (۱۸۰۲ء تا ۱۹۴۴ء) کا خاندان فرغانہ سے تعلق رکھتا تھا جو ازبکستان کا ایک حصہ ہے، لیکن وہ خود سائبریا میں پیدا ہوئے تھے۔ پھر مکہ اور مدینہ میں دینی تعلیم حاصل کی۔ جب انہوں نے جدید طرز کے مدرسے قائم کرکے روس کے مسلمانوں میں بیداری پیدا کی تو ۱۹۰۵ء میں زار روس کی حکومت نے ان کو جلاوطن کر دیا۔ عبدالرشید ابراہیم نے جاپان میں پناہ حاصل کی اور وہاں انہوں نے تاتاری مسلمانوں کے تعاون سے "بیوک آسیا" یعنی عظیم ایشیا کے نام سے ایک انجمن قائم کی اور جاپان اور چین میں نہ صرف اشاعت اسلام کی کوشش کی بلکہ اس کام میں سلطان عبدالحمید ثانی سے مدد لینے کے لئے وہ ۱۹۰۸ء میں استنبول بھی گئے۔ انہوں نے آخر میں جاپان ہی میں مستقل رہائش اختیار کرلی تھی اور وہیں ۱۹۴۴ء میں ان کا انتقال ہوا۔ پروفیسر سائیتو کا یہ بیان کہ انہوں نے انور پاشا کے ساتھ مل کر جنگ میں حصہ لیا تصدیق طلب ہے۔ کوتارو یاماؤکا جن کا نام پروفیسر سائیتو نے لیا ہے غالباً وہی ہیں نے جن کا نام ابوبکر موری تورو نے عمر متوتارو یاماؤکا (MITSUTARO YAMAOKA) لکھا ہے اور جنہوں نے احمد اریکا کے ساتھ ۱۹۰۹ء میں حج کیا تھا۔ عبدالرشید ابراہیم، عالم اسلام نامی ایک کتاب کے مصنف بھی تھے جو دو جلدوں میں استنبول سے شائع ہوئی۔ یہ کتاب ان کی سیاحت جاپان، چین اور یورپ سے متعلق ہے۔ اگر کوئی محقق اس کتاب سے استفادہ کر سکے تو ممکن ہے کہ اس کو جاپان میں اشاعت اسلام سے متعلق نئی معلومات حاصل ہوں۔ عبدالرشید ابراہیم استنبول کے رسالہ بصیرت میں اور روس کے متعدد ترکی رسالوں اور اخباروں میں بھی مضامین لکھتے رہے تھے۔ ان اخباروں کی فائلیں بھی اس سلسلے میں مفید ثابت ہو سکتی ہیں۔